قرآن میں معاشی تربیت کے خاص مبانی

Special Fundamentals of Economic Education in Quran

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Ghulam Abbas
Faculty of Quran and Educational Science, Al Mustafa International University, Qom, Iran.
E-mail:ghulamabbas.kash@gmail.com

Abstract:

Surely, economics has been a basic human problem. But its root cause is ignorance of divine teachings in this regard. The Those who do not follow the divine teachings in their economic life, suffer from economic problems and also make the society suffer. That is why a man always needes economic education and the Qur'an and Sunnah have given us ample guidance in this regard.

The Holy Quran has built the system of economic education and training of man on specific fundamentals. The goal of this research is to extract these fundamentals of economic education from the infallible source i.e. the Qur'an so that academicians can devise a system of economic education and training based on these foundations that will guide governments, experts, and every member of the society to the path of Islam. They can adjust their economic life accordingly.

This paper contains the extraction of these fundamentals from the Quranic verses and their detailed description. The method of the essayist is investigative, in which the topic under discussion is not taken from the Qur'an itself, but from human society and then guidance is sought from the Qur'an. The research findings are written in a descriptive-analytical style.

From the Qur'anic point of view, it is necessary to strive for material well-being and to achieve both individual and collective benefits, but there is a balance between this world and the hereafter, and the ultimate goal of man's struggle is the hereafter. According to the Qur'an, everyone's share in the world is the same as what he has worked for; but man should know that God's expediency is also driven in the breadth and narrowness of sustenance.
Similarly, although knowledge plays an important role in economic development, religious guidance is also necessary for economic development; Otherwise, instead of progress in the economic field, the door may open to destruction. In the present paper, the same facts have been introduced as the Quranic fundamentals of human economic education and training.

Key words: Economic Education, Special Fundamentals, Qur'an, System, Mankind.

خلاصہ

یقیناً معاشیات ایک بنیادی انسانی مسئلہ رہا ہے۔ لیکن اس کی بنیادی وجہ اس سلسلے میں آسمانی تعلیمات سے بے خبری ہے۔ جو لوگ معیشت میں خدائی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے وہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ اپنے معاشرے کے لیے بھی معاشی مسائل پیدا کرتے ہیں۔ در حقیقت، انسان کو ہمیشہ معاشی تعلیم کی ضرورت رہی ہے اور اس سلسلے میں قرآن وسنت نے ہماری کافی رہنمائی کی ہے۔
قرآن کریم نے انسان کی معاشی تربیت کا نظام مخصوص مبانی پر استوار کیا ہے اور یہ مبانی بیان کیے ہیں۔ اس تحقیق کا ہدف خطانا پذیر منبع یعنی قرآن سے انسان کی معاشی تربیت کے مبانی کا استخراج ہے تاکہ ماہرینِ تعلیم ان بنیادوں پر معاشی تربیت کا ایک ایسا نظام وضع کر سکیں جس سے حکومتیں، ماہرین، بلکہ معاشرے کا ہر فرد اسلام کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق اپنی معاشی زندگی سنوار سکے۔
اس مقالہ میں قرآنی آیات سے اِن مبانی کا استخراج اور ان کا تفصیلی بیان شامل ہے۔ مقالہ نگار کی روش

استنطاقی ہے جس میں زیرِ بحث موضوع خود قرآن سے نہیں، بلکہ انسانی سماج سے لیا گیا ہے اور پھر اِس پر قرآن سے رہنمائی طلب کی گئی ہے۔ ماحاصلِ تحقیق کو توصیفی۔ تحلیلی اسلوب میں تحریر کیا گیا ہے۔
قرآنی نقطہ نظر سے مادی فلاح کی تمنا اور انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی منفعت کے حصول کے لیے کوشش کرنا ضروری ہے، لیکن دنیا و آخرت میں ایک اعتدال قائم ہے اور انسان کی تگ و دَو کا آخری ہدف آخرت ہے۔ قرآن کے مطابق دنیا میں ہر شخص کا حصہ وہی ہے جتنی اس نے محنت کی ہے؛ لیکن انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدائی مصلحت بھی رزق کی وسعت اور تنگی میں کارفرما ہے۔ اسی طرح اگرچہ معاشی ترقی میں علم اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن معاشی طور پر ترقی پانے کے لیے مذہبی رہنمائی پر عمل بھی ضروری ہے؛ وگرنہ معاشی میدان میں ترقی کی بجائے، تباہی کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ پیشِ نظر مقالہ میں انہی حقائق کو انسان کی معاشی تربیت کے قرآنی مبانی کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: معاشی تربیت، خاص مبانی، قرآن، نظام، اقتصاد، انسان۔

تعارف

اگرچہ سب دانشمندوں نے انسان کی معاشی تربیت کو خاص اہمیت دی ہے، تاہم مسلمان دانشمندوں اور مغربی دانشمندوں میں "تربیت" کے مفہوم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ دراصل، معاشی تربیت کے مفہوم اور روش میں اختلاف کی اصل وجہ، تربیت کے مبانی میں اختلاف ہے۔ بدقسمتی سے اب تک کوئی ایسی جامع تحقیق پیش نہیں کی گئی جس میں علمی انداز میں انسان کی معاشی تربیت کے لیے قرآنی مبانی Fundamentels اخذ کیے گئے ہوں۔ واضح ہے جب تک انسان کی معاشی تربیت کے مبانی واضح نہیں ہوں گے، تب تک اس کی معاشی تربیت کے اہداف، اصول اور روش واضح نہیں ہو گی۔ لہٰذا انسان کی معاشی تربیت کے قرآنی مبانی کو علمی انداز میں بیان کرنا اشد ضروری ہے۔ پیشِ نظر تحقیقی مقالہ کی غرض و غایت انہی مبانی کو اخذ و بیان کرنا ہے۔

اس تحقیق کے مطابق انسان کی معاشی تربیت کے مبانی دو طرح کے ہیں، ایک مبانی عام: وہ مبانی جو تربیت کے تمام ابعاد میں زیر بحث لائے جاتے ہیں، جیسے انسان کی شناخت، ہستی کی شناخت۔۔ وغیرہ جن پر بہت سے دانشمندوں نے عقل، نقل اور تجربہ کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ البتہ اردو کی نسبت فارسی زبان میں زیادہ مطالب نقل ہوئے ہیں۔ دوسرے خاص مبانی ہیں: وہ مبانی جو فقط خاص تربیتی جہت سے زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ جیسے دنیا کا آخرت کے لیے وسیلہ ہونا، وسعت اور تنگی رزق میں خدا کی مصلحت کا ہونا وغیرہ۔ اس تحقیق میں کوشش کی جائے گی کہ قرآن سے وہ مبانی استخراج کیے جائیں گئے جو معاشی تربیت سے خاص ہیں۔

مفہوم شناسی

1. تربیت

تربیت کے مادہ (ر۔ب۔ی یا ر۔ب۔ب) کے بارے میں اہل لغت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں، اس میں زیادتی اور افزائش کا معنی پوشیدہ ہے۔ اصطلاح میں تربیت سے مراد: "انسان کو کمال اور مطلوبہ سعادت تک پہچانے کے لیے، اس کی تمام استعدادوں اور صلاحیتوں کی پرورش اور نشوونما کے لیے میدان فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔"[1]

تعلیم کا لفظ پرورش، کسی کو آداب واخلاق سکھانے، بالغ ہونے تک بچے کی تربیت اور پرورش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور تعلیم و تربیت کا مجموعہ بھی سیکھانے اور پرورش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[2] انگلش میں اس کے لیے Education کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ کس طرح سکھایا جائے، سکھانے اور سیکھنے کا عمل، خاص طور پر اسکولوں، کالجوں یا یونیورسٹیوں میں، تاکہ علم کو بہتر بنایا جاسکے اور مہارتوں کو فروغ دیا جاسکے۔[3] اردو میں بھی اس کے لیے تعلیم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس تعلیم سے مراد تعلیم اور تربیت دونوں ہوتے ہیں۔

2. معاشی تربیت

معاش کے لیے عربی اور فارسی میں اقتصاد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اقتصاد لغت میں "القَصد" کے ریشہ سے ہے، اس سے مراد سیدھا راستہ، معتدل راستہ اور کسی چیز میں افراط نہ کرنا۔ اسراف اور تنگی کے درمیان رہنا اور زندگی گزارنے کا مقصد نہ اسراف کرنا ہے اور نہ ہی محروم ہونا ہے۔[4] قرآن میں بھی لفظ اقتصاد اسی معنی میں استعمال ہوا ہے: فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ (32:35) ترجمہ: "پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض ان میں سے میانہ رو ہیں۔"

معاشی تربیت کے معنی ہیں "افراد اور گروہوں کے درمیان، تجارت کی بنیاد پر قائم ہونے والے معاشی تعلقات جو ملکیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ جن میں خرید و فروخت، اجارہ، مصالحت، عطیہ، وقف، انشورنس، بینکنگ لین دین اور افراد اور مختلف نجی، کوآپریٹو اور سرکاری تنظیموں کے درمیان ہر قسم کے مالی اور اقتصادی معاہدے تعلقات میں شامل ہیں۔ ان تعلقات اور ان سے متعلقہ ضوابط کی تعلیم کا مقصد معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے اور ٹیکس ادا کرنے کے رجحان کو تقویت دینا ہے جس میں تعلیم کے معاشی میدان سے متعلق معاملات بھی شامل ہیں۔[5]

مغربی دانش مندوں کے ہاں معاشی تربیت کا مفہوم

وہ تمام ہنر اور صلاحیتیں ہیں جو معاشی تعلیم کے علم پر مرکوز ہیں اور اس میں تعلیمی مواد، تدریسی طریقے، ان

طریقوں کا جائزہ، اور عام طور پر، معاشی معلومات شامل ہیں جن پر اساتذہ کی طرف سے پرائمری سے لے کر ہائی اسکول کے اختتام تک غور کیا جاتا ہے کہ طلاب ان معلومات کو حاصل کریں۔[6]

دینی منابع میں معاشی تربیت کا مفہوم

استاد، شاگرد (متربی) میں ایسی صلاحیت پیدا کرے کہ وہ اپنی معاشی صلاحیتوں کو پہچانتے ہوئے اسے بہترین طریقے سے پروان چڑھا سکے اور اعتدال کو اپناتے ہوئے موجودہ وسائل کو ممکن اور قابل رسائی طریقے سے استعمال کرے اور وہ تولید، خرچ کرنے میں شرعی قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی ساری معاشی سرگرمیوں کو خدا کے قرب اور رضائے الٰہی میں انجام دے۔[7] دینی منابع میں آسان الفاظ میں معاشی تربیت استاد (مربی) اور شاگرد (متربی) کے درمیان اس رابطہ کا نام ہے جس کے تحت استاد، شاگرد کی معاشی صلاحیتوں اور استعداد کو اس طرح سے نکھارے کہ شاگرد اپنی کسب، خرچ اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں خدا کے قرب کو تلاش کرے۔

انسان کی معاشی تربیت کی ضرورت

ہر انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کی معاشیات ایک قابل توجہ مسئلہ ہے۔ جہاں تک معاشروں اور ممالک کا تعلق ہے تو اُن کے روابط میں بھی ایک اہم محور، اِن روابط کی معاشی افادیت ہے۔ قرآن کی رو سے انسان طبیعی طور پر ایسے خلق ہوا ہے کہ اگر اس کی روحی اور معنوی صفات کو عقل اور وحی سے تربیت نہ کیا جائے، اور خود کو معاشی طور پر طاقت ور پائے تو طغیان شروع کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا وند فرماتا ہے: كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ O أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ O (7،6:96) ترجمہ: "ایسا نہیں ہے بے شک انسان طغیان کرتا ہے جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے۔"

اس کے بر عکس اگر معاشی طور پر خود کو کمزور دیکھتا ہے تب بھی خدا سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ خدا سے گلہ کرتا ہے کہ خدا نے اسے ذلیل کر دیا: وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (16:89) ترجمہ: "لیکن جب اسے آزماتا ہے پھر اس پر اس کی روزی تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔" جو انسان، قرآنی مبانی پر معاشی تربیت پائے گا وہ خود کو مالی طور پر مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ، معاشرے کے ضعیف طبقے کو بھی مستحکم کرے گا۔ کیونکہ خدا کا حکم ہے: وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ (77:28) ترجمہ: "دنیا میں اپنا حصہ نہ بھولو! اور دوسروں پر ایسے احسان کرو، جیسے اللہ نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے۔" قرآنی تعلیمات کی آغوش پرورش پانے والا شخص قرض دینے کو خسارہ نہیں سمجھے گا۔ چونکہ خدا فرماتا ہے: مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً (245:02) ترجمہ: "ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو اچھا

قرض دے پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے۔" خود اگر مالی طور تو تب بھی مصلحت خدا پر راضی ہو گا، خود کو دوسرے انسانوں کے سامنے ذلیل نہیں کرے گا۔ چونکہ اس کا تصور یہی گا کہ رزق میں تنگی اور وسعت خدا کے ہاتھ میں ہے: وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (245:02) ترجمہ: "اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

خلاصہ یہ کہ اگر انسان کی قرآنی مبانی پر معاشی تربیت کر دی جائے تو ایسا انسان اپنی معاشی جدوجہد میں نہ افراط کرے گا اور نہ تفریط۔ لہٰذا تمام انسانوں کی معاشی تربیت کی اشد ضرورت ہے، تاکہ معاشرے میں کسی کا استحصال نہ ہو اور ہی طغیان اور سرکشی ہو۔ معاشی تربیت کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ معاشرے کا ہر فرد، خود کو مالی طور پر مضبوط کرنے کے ساتھ دوسروں پر بھی توجہ دے، دوسروں پر ایسے احسان کرے جیسے خدا نے اس پر کیا ہے۔

3. مبانی

عربی میں "مبانی" کے لفظ کا ریشہ (ب ـ ن ـ ی) ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک شئے کے اجزاء اور مواد کو دوسری شئے سے جوڑنا، تاکہ ایک خاص ڈھانچہ بنایا جائے۔[8] جب ہم کسی تعلیمی، تربیتی نظام کے مبانی پر بات کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ بنیادی حقائق ہوتے ہیں جو یا تو اتنے واضح اور مسلم ہوں کہ اُن پر کسی استدلال کی ضرورت نہ ہو یا یہ دوسرے علوم سے اہداف، اصول، دائرہ کار، مراحل، عوامل، موانع و اسلامی روشوں کو معین کرنے کے لیے قرض لیے گئے ہوں۔[9] انگلش میں اس کے لیے دقیق لفظ Fundamental استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب اساس، بنیاد اور پایہ ہے۔[10]

قرآن میں بھی بنی و بناء وبنیان و بنیۃ و بنایۃ، یہ سب مصادر ہیں اور اسی ایک معنی میں استعمال ہوئے ہیں: أَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا (27:79) ترجمہ: "کیا تمہارا بنانا بڑی بات ہے یا آسمان کا جس کو ہم نے بنایا ہے۔"

اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے: أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ (109:9) ترجمہ: "بھلا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے یا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے۔"

تربیت کے مبانی کے مفہوم کو مزید اجاگر کرنے میں درج ذیل چند نکات پر توجہ مفید ہے:

1. مبانی، منابع سے مختلف ہیں، تربیت کے منابع وہ ماخذ ہیں، جن سے تربیت سے متعلق مطالب اخذ کیے جاتے ہیں، لیکن مبانی تربیت، اساس اور بنیاد اور ثابت شدہ مطالب ہیں جن کی بنیاد پر تربیتی نظام کھڑا ہے۔ منابع

اور مبانی کے درمیان عام اور خاص کی نسبت پائی جاتی ہے، منابع عام ہیں، ور مبانی بھی مختلف فلسفی، علمی، دینی منابعوں سے لیے جاتے ہیں۔

2. اصول اور روشیں مبانی کی بنیاد پر بنتی ہیں،۔

3. مبانی، علم تربیت سے باہر ہیں، اور دوسرے علوم (فلسفہ، عقل اور دین) سے لیے جاتے ہیں۔

4. مبانی، نظریات ہوتے ہیں، عمل نہیں ہوتا۔

5. ہر مکتب کا ضعف اور قوت اس کے مبانی سے روشن ہوتا ہے۔

6. تعلیم و تربیت میں مبانی اور اصول میں فرق ہے۔ مبانی، جملات خبری اور بدیہی ہیں، جو دوسرے علوم میں ثابت ہو چکے ہیں، جبکہ اصول وہ کلی قوانین ہیں، جو انشاء کی صورت میں بیان ہوتے ہیں۔ جن کو علوم تربیت کے منابعوں سے اخذ کیا گیا ہے، جن کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ جیسے مثلا خدا رازق ہے، اب یہ جملہ کوئی قانون نہیں ہے، بلکہ انسان کے نظریات اور عقائد سے مربوط ہے، جبکہ اس جملہ کو ملاحظہ کریں، ضروری ہے کہ تمام تربیتی ابعاد پر توجہ دی جائے، یہ جملہ خبری نہیں ہے بلکہ انشائی ہے، یہاں نظریاتی گفتگو نہیں ہے بلکہ ایک تربیتی قانون بیان کیا گیا ہے، کہ تربیت کرتے وقت انسان کے تمام بدنی اور روحی ضرورتوں کو مد نظر رکھا جائے۔

معاشی تربیت کے حوالے سے مغربی اور مسلمان دانشمندوں کا بنیادی اختلاف

مذکورہ بالا مفردات اور اُن کے مفاہیم واضح کرنے بعد انسان کی معاشی تعلیم و تربیت کے حوالے سے مغرب کے دانشمندوں اور اسلام کے پیروکاروں کا باہمی فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مغربی مفکرین کے ہاں معاشی تربیت سے مراد، انسان کو معاشیات کی تعلیم دینا ہے۔ لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معاشی تربیت سے مراد، انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ انسان اپنی کسب، خرچ اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں، اللہ کے حکم کے تابع ہو۔ مفہوم کے اختلاف کے علاوہ، جب ہم دین اسلام کی رو سے تحقیق کرتے ہیں تو یہ تحقیق نقلی ہوتی ہے، تجربہ کو تائید کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں، تحقیق میں، مہم نقل ہوتی ہے۔ جب کہ مغربی تحقیقات میں روش تحقیق، تجربہ اور تجربے سے حاصل شدہ نتائج ہوتے ہیں۔ جو ایک بنیادی اختلاف ہے۔

دینی تعلیم و تربیتی نظام میں تربیت کا مفہوم خاص ہے جو مغرب میں اس کے مفہوم سے مختلف ہے۔ اسی طرح معاشی تربیت سے مراد۔ استاد (متربی) اور شاگرد کے درمیان اس عمل کا نام ہے جس کے تحت استاد، شاگرد کی معاشی صلاحیتوں اور استعداد کو اس طرح سے نکھارے کہ شاگرد اپنی کسب، خرچ اور نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں خدا کے قرب کو تلاش کرے۔ مبانی سے مراد تربیت کے وہ بنیادی ہیں جو مسلمہ ہوں۔

معاشی تربیت کے قرآنی مبانی

تعلیم اور تربیت کے تمام پہلوؤں میں، سب سے اہم بحث، تربیتی مبانی ہی کی بحث ہے۔ چونکہ تعلیم اور تربیت کا سارا مواد ان پر استوار ہوتا ہے۔ ہر مکتب کی کمزوری اور طاقت کا پتہ اس کے مبانی سے چلتا ہے۔ مبانی، شاگرد کو اپنے اختیار سے اہداف کی طرف بڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر مبانی کمزور ہوں تو شاگرد (متربی) کا اہداف کی طرف بڑھنے کا جذبہ کم ہو جائے گا۔ شاگرد کی اہداف کی طرف بڑھنے کی ترغیب مبانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ انسان کی تربیت کے بنیادی مبانی پانچ ہیں جو مختلف کلامی کتابوں میں زیر بحث لائے گئے، جنہیں عمومی مبانی کہا جاسکتا ہے۔ یہ پانچ عبارت ہیں انسان شناختی، ہستی شناختی، ارزش شناختی، الہیات شناختی اور معرفت شناختی مبانی سے۔

اس تحقیق میں ان مبانی کو زیر بحث لایا جائے گا جو انسان کی معاشی تربیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انسان کی معاشی تربیت کے خاص مبانی، وہ ہیں جن کا تعلق انسان، ہستی اور ارزش اور الہیات کی شناخت اور معرفت کے دائرے سے خارج ہے، لیکن یہ معاشی تربیت کی اساس اور بنیاد ہیں۔ کلی نظریات سے جزئی موارد کو واضح اور روشن کرتے ہیں، ان مبانی کی شناخت کے بعد جزئیات میں جو شکوک و شبہات ہوتے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں، اور متربی کے وظیفہ کے تعین میں راہنمائی ملتی ہے۔ مثلاً مبانی عام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری مخلوق کو رزق دیتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ اب جزئی طور پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا انسان کو رزق کیسے دیتا ہے؟ آیا انسان محنت کرے یا نہ کرے اسے رزق مل کر رہے گا، یا اس رزق کے لیے بھی کوئی قانون موجود ہے؟

اس طرح کے سوالوں کا جواب مبانی میں پوشیدہ ہے، دنیا طلبی بری ہے یا اچھی، انسان کے کونسے اعمال رزق کی وسعت یا تنگی کا باعث بنتے ہیں؟ ان سب کا جواب معاشی تربیت کے اختصاصی مبانی میں چھپا ہے۔ موجودہ بحث کا مقصد قرآن سے ان افکار کو دریافت کرنا ہے جو معاشی تعلیم اور تربیت میں اثر انداز ہیں، تاکہ انسان اس دنیا سے اپنی آخرت کے لیے فائدہ اٹھاسکے۔ قرآن نے انسان کی معاشی تربیت کے لیے جو مبانی بیان کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1. مادی فلاح و بہبود کی خواہش رکھنا

دنیا کی خواہش رکھنا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے، لیکن اس خواہش کی تربیت کی ضرورت ہے۔ یعنی بالکل اس خواہش کو نابود کرنا بھی درست نہیں، اور صرف دنیا کے پیچھے لگ جانا بھی درست نہیں۔ قرآن کی بعض آیات کی رو سے دنیا طلبی بری چیز نہیں: وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (141:6) ترجمہ: "اور اسی نے وہ باغ پیدا کیے جو چھتوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن

کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار پیدا کیے جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور جدا جدا بھی، ان کے پھل کھاؤ جب وہ پھل لائیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ O وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (16:6 ,5) ترجمہ: "اور تمہارے واسطے چار پایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا، ان میں تمہارے لیے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو۔ اور تمہاے لیے ان میں زینت بھی ہے جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو"۔

اس آیت میں خدا نے تین نعمتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ **ایک دفء** جس کا مطلب ہے، ان کے اون اور جلد سے ہر چیز کے ڈھانپنے والی چیز، جیسے کپڑے، بوٹ، جوتے اور خیمہ وغیرہ، دوسری نعمت **منافع** ان کو بیچنے وغیرہ سے ہر قسم کا منافع بھی حاصل کیا جا سکتا ہے، تیسرا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ان سے گوشت کا فائدہ بھی لیا جاتا ہے۔ بعد والی آیت میں جمال کی تعبیر ایک ظاہری اور رسمی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ معاشرے کی گہرائیوں میں ایک حقیقت کا اظہار کرتی ہے اور اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ ایسا معاشرہ خود کفیل ہے۔ جس میں فقیر اور غنی دونوں اشیاء پیدا کرتے ہیں، دونوں مصرف کرتے ہیں، جمال واقعی یہ ہے کہ معاشرہ خود کفیل ہو، کسی سے وابستہ نہ ہو۔[11]

خداوند ایسے افراد کی مذمت کرتا ہے جنہوں نے اپنے اوپر دنیا کی زینتوں کو حرام کیا: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (7:32) ترجمہ: "کہو! کس نے اللہ کی ان زینتوں کو حرام قرار دیا ہے جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے، اور رزق میں سے پاکیزہ ہیں۔" یہاں استفہام انکاری ہے۔ یعنی کسی نے بھی حرام نہیں کی ہیں۔ خداوند تاکید کر رہا ہے کہ جن نعمتوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور پاکیزہ ہیں کسی کو حق حاصل نہیں کہ انہیں حرام قرار دے، یہ چیز قرب الٰہی کا باعث نہیں بنتی بلکہ خدا سے دور کرنے کا باعث بنتی ہے۔

ہمارے اماموں کی زندگی میں یہ ملتا ہے کہ وہ دنیا سے بہرہ مند ہوتے تھے، حضرت امام حسین علیہ لسلام نے عاشورہ کے دن کھال کا جبہ پہنا ہوا تھا، مسجد الحرام میں امام صادق علیہ السلام نے قیمتی کپڑا پہنا ہوا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ملتا ہے، (كان يلبس البسة الديباج مزررة بالذهب) انہوں نے سونے کے بٹن والے بروکیڈ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ بھی قیمتی لباس پہنتے تھے، امام باقر علیہ السلام نے بہت ہی فخر والا، شب زفاف میں زیب تن کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی اہل بصرہ والوں کے لیے یہ نصیحت ملتی ہے: شاركوا اهل الدنيا فی دنیاهم۔۔۔ یعنی: "دنیا میں اہل دنیا کے ساتھ، شریک رہو، اس کے نتیجے میں ان کے ساتھ پاکیزہ رزق کھاؤ، پیو، جیسا وہ پہنتے ہیں تم ان سے بہتر پہنو! جیسی رہائش انہوں نے رکھی ہے تم ان سے بہتر اپنے لیے انتخاب کرو، وہ جیسی عورتوں کا

شادی کے لیے انتخاب کرتے ہیں تم ان سے بہتر کا انتخاب کرو، جیسی سواری انہوں نے انتخاب کی ہے تم ان سے بہتر کا انتخاب کرو، دنیا والوں کے ساتھ دنیا کی لذتوں تک بھی پہنچو"۔[12]

قرآن خود ہمیں سکھاتا ہے کہ خدا سے ایسے دعا مانگیں: وِمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (2:201) ترجمہ: "اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا"۔اس آیت میں کلمہ " حَسَنَةً چونکہ نکرہ کی صورت میں آیا ہے، اس لیے ہر قسم کی خیر اس میں شامل ہے اور نیکی سے مخصوص نہیں ہے۔ سورہ قصص کی 77 نمبر آیت کی تفسیر میں آیت اللہ مکارم لکھتے ہیں کہ بعض کج فہموں کی رائے کے برخلاف، مال کوئی بری چیز نہیں ہے، یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اموال کا استعمال کس راستے میں ہوا ہے۔[13]

قرآنی تعلیمات کے مطابق دنیا طلبی خود مطلوب ہے، اہل ایمان میں دنیا کی خواہش رکھنا عیب اور نقص نہیں ہے، بلکہ دنیا مومنین کے لیے ہی بنائی گئی ہے، کفار، مومنین کی وجہ سے دنیا سے بہرہ مند ہوتے ہیں: قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُواْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (7:32) یعنی: "کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لیے ہیں قیامت کے دن خالص انہیں کے لیے ہو جائیں گی۔" ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ آخرت میں مومن اور کافر دنیا کی طرح نعمتوں میں شریک نہیں ہوں گے: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (36:59) یعنی: "(کہا جائے گا) آج الگ ہو جاؤ اے مجرمو!"۔

لہٰذا ہم یہ نتیجہ لے سکتے ہیں کہ دنیا کی خواہش رکھنا قابل تحسین ہے مگر ایسی دنیا جو آخرت کے لیے مقدمہ ہو، اور آخرت کے مقابلے میں نہ ہو۔

2. دین اسلام میں اعتدال کا وجود

دین اسلام میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ جس طرح دین اسلام آخرت کی طلب پر زور دیتا ہے اسی طرح دنیا طلبی پر بھی زور دیتا ہے۔ دین اسلام میں روح کو اصل قرار دیا گیا ہے لیکن ساتھ ساتھ انسان کی مادی ضروریات کی طرف بھی بھرپور توجہ دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (2:143) یعنی: "اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"۔اس آیت میں كَذَلِكَ — اسی طرح۔ایک چیز کی دوسری چیز سے تشبیہ کے

لیے استعمال ہوتا ہے: جَعَلۡنَٰكُمۡ أُمَّةٗ وَسَطٗا میں کلمہ (وسط) کا مطلب دو چیزوں کے درمیان قرار پانا ہے۔ یعنی درمیانہ؛ نہ دنیاپرست ہوں اور نہ دنیا کو چھوڑنے والے۔

دوسرے ادیان میں جیسے اہل کتاب اور مشرکین ہیں، نے صرف اور صرف مادی دنیاکاانتخاب کیا اور اپنی روحی پرورش کے لیے تھوڑی سے بھی توجہ نہیں کی، بعض ادیان جیسے نصاریٰ ہیں، جنہوں نے صرف اور صرف اپنی روح کی تقویت کی طرف مکمل توجہ کی اور اپنی دنیاکے لیے تھوڑی سی توجہ بھی نہیں کی، ان کی دعوت دنیا کو ترک کرنے اور رہبانیت کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک انسان کا کمال یہی ہے کہ وہ دنیا کو مکمل طور پر چھوڑ دے۔[14]

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ایک متوسط قوم بنایا، یعنی ان کے لیے ایسا دین قرار دیا، جو درمیانی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ایسا راستہ جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اسلام نے ایسے راستہ کی طرف راہنمائی کی ہے کہ جس میں انسان کی بدنی ضروریات پر بھی توجہ دی گئی ہے اور روحانی ضروریات کی طرف بھی۔ انسان میں خدا نے دونوں جسمانی اور روحی کو فضیلتوں جمع کیا ہے اور انسان کا کمال بھی دونوں میں رکھا ہے، یعنی اگر انسان کمال اور مطلوبہ سعادت تک پہنچنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ مادی اور معنوی دونوں جنبوں کو ساتھ لے کر چلے۔

3. دنیا، آخرت کا وسیلہ ہے

قرآن میں جہاں پر دنیا کی طلب اور دنیاوی لذتوں کی طرف ترغیب دی گئی ہے، وہاں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ دنیا، آخرت کے لیے وسیلہ ہو۔ قرآن کی بعض آیات میں دنیا طلبی کی مذمت کی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ لاَيَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُواْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّواْ بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ (7:10) یعنی: "البتہ جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر خوش ہوئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔" مذکورہ آیت میں ان لوگوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ دنیاپر راضی ہیں اور اسی دنیاپر اطمینان رکھتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جن کی آخرت کی طرف کوئی توجہ نہیں دنیا کو آخری ہدف کے طور پر حاصل کرتے ہیں۔ ان کی مذمت کی گئی ہے۔

اگر دقیق توجہ کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مطلق دنیا طلبی کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ اس دنیا کی مذمت کی گئی ہے جو آخرت کے مقابلے میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ قَلِيلٌ (38:9) یعنی: "اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو زمین پر گرے

جاتے ہو، کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو، دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے"۔

سورہ قصص کی 77 میں آیت میں خدا نے اس حکم کو بڑے واضح انداز میں بیان کر دیا کہ دنیا طلبی اچھی ہے لیکن اس دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کیا جائے: وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ ترجمہ: اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول۔ انسان کی معاشی تربیت کے لیے خدا نے بار بار فرمایا! کہ آخرت تمہارا ہدف ہونا چاہئے، دنیا نہیں۔ دنیا کی لذتیں ختم ہونے والی ہیں، آخرت کی نہیں"۔ نیز ارشاد ہوا: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ (4:77) ترجمہ: "کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے، اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے"۔

قرآن کی آیات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ لیتے ہیں کہ خداوند نے دنیا طلبی کی تشویق کی ہے، لیکن اس دنیا کی جو آخرت کے لیے وسیلہ ہو، دنیا، بعنوان دنیا، کی کوئی اہمیت نہیں، بلکہ ایسی دنیا کی مذمت ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان، آخرت پر توجہ کرتے ہوئے دنیا سے بھی غفلت نہ کرے، دنیا کے لیے بھی تگ و دو کرے۔ دین اسلام نے جہاں دنیاوی اور مادی فوائد سے بہرہ مند ہونے کی تشویق کی ہے، ساتھ ساتھ یہ فکر بھی دی ہے کہ انسان کا آخری ہدف یہ مادی لذات اور دنیاوی فوائد نہیں ہونا چاہئے بلکہ انسان اس دنیا سے اپنی آخرت کے لیے فائدہ اٹھائے۔

4. سعی و کوشش کی معاش پر تاثیر

قرآنی آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی معاشی حیثیت اس کی کوششوں پر منحصر ہے۔ رزق میں تنگی اور وسعت، اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا انسان کی ذمہ داری صرف اللہ کی رحمت کا انتظار کرنا ہے یا انسان نے بھی اپنی معاشی زندگی کے لیے تدبیر اور کوشش بھی کرنی ہے؟ رزق کا ایک بڑا حصہ خدا نے انسان کی تلاش اور کوشش کے ساتھ جوڑا ہوا ہے، خداوند اس بارے میں فرماتا ہے! کہ تمہارا نصیب تمہاری کوشش سے جڑا ہوا ہے: وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ (4:32) ترجمہ: "مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔"

نیک اعمال کے لیے لفظ "کسب" اور برے اعمال کے لیے لفظ "اکتساب" استعمال کیا ہے۔ **کسب** ان اعمال کے لیے بولا جاتا ہے جو بلا تکلف اور فطرت کے مطابق انجام دیے جاتے ہیں جب کہ "اکتساب" ان اعمال کے لیے استعمال

ہوتا ہے جو انسانی فطرت کے خلاف ہوں اور یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ نیک اعمال انسانی فطرت کے مطابق ہیں اور برے اعمال ذاتی طور پر خلاف فطرت ہیں ، ان دونوں تعبیروں کے اختلاف کے بارے میں راغب اصفہانی نے ایک اور بات کہی ہے اور وہ بھی قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ **کسب** ان کاموں کے لیے مخصوص ہے جن کا فائدہ فقط انسان کی اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، ان اعمال خیر کی طرح جن کا نتیجہ صرف انجام دینے والے شخص کو نہیں پہنچتا بلکہ ممکن ہے کہ اس کے عزیز و اقارب اور دوست احباب بھی اس میں شریک ہوں جب کہ **اکتساب** ان مواقع پر بولا جاتا ہے جہاں کام کا اثر صرف کرنے والے تک محدود ہوا اور گناہ میں ایسا ہوتا ہے (البتہ توجہ رہے کہ یہ مفہوم اس وقت لیا جاتا ہے جب "کسب" اور "اکتساب" کو ایک دوسرے کے مد مقابل استعمال کیا جائے۔)۔[15] تفسیر نمونہ میں لفظ اکتساب کی وضاحت اس طرح کی ہے۔ لفظ (اکتساب) کا لفظ اس فائدہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جسے انسان خود حاصل کرتا ہے۔ کسب کا مطلب اکتساب سے عام ہے۔ اختیاری کوشش ہو یا وہ کوشش جسے انسان طبیعی طریقوں سے حاصل کرے۔[16]

مذکورہ آیت میں خدا نے واضح طور پر یہ بیان کر دیا کہ ہر عورت اور مرد کا نصیب اور فائدہ وہی ہے جو اس نے کوشش کی ہے۔ ایک دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے: وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ o وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ (53: 39،40) ترجمہ: "اور انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر جس کی انسان نے کوشش کی ہے۔ اور یہ کہ اُس کی ہر کوشش عنقریب دکھادی جائے گی۔ (یعنی ظاہر کر دی جائے گی) " یہاں **سعی** سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی سمجھ اور تدبیر کی بنیاد پر اٹھے اور اپنے قول و فعل اور ان کے علاوہ کسی بھی طریقے سے۔ اس لیے حرکت کرنا کوشش کا حصہ ہے اور سمجھ، مقصد اور ارادہ بھی اس کا حصہ ہے۔ اور انسان اپنی حقیقی تقدیر خود بناتا ہے اور اس کی کوششیں خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور وہ جہاں بھی کھڑا ہو اس کا نتیجہ لازماً اسے دنیا اور آخرت میں پہنچے گا۔[17]

انسان کے رزق سے متعلق تمام آیات کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ انسان کا رزق خدا کے ہاتھ میں ہے اور خدا انسان کی تلاش کوشش کے مطابق انسان کو رزق دیتا ہے، لیکن کبھی کبھار مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کی تلاش سے ہٹ کر رزق میں تنگی اور گشائش بھی دیتا ہے۔

5. رزق کی وسعت اور تنگی میں خدا کی مصلحت کی کارفرمائی

اس پوری کائنات میں جو واقعات بھی پیش آتے ہیں، دین اسلام کے مطابق ان میں اللہ کی مصلحت اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلامی عقیدہ کے مطابق رزق میں تنگی اور وسعت ہمیشہ انسان کی اپنی تلاش سے مربوط نہیں ہوتی، بلکہ خداوند بھی انسان کی تربیت کے لیے مصلحت کی خاطر رزق میں تنگی اور وسعت دیتا ہے۔

جیسا کہ خدا وند فرماتا ہے: اللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ (62:29) ترجمہ: "اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے"۔

خداوند، رزق میں تنگی اور وسعت انسان کی مصلحت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کرتا ہے۔ جیسا کہ خداوند فرماتا ہے کہ: وَلَوْ بَسَطَ اللهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ (27:42) ترجمہ "اور اگر اللہ اپنے بندوں کی روزی کشادہ کر دے تو زمین پر سرکشی کرنے لگیں لیکن وہ ایک اندازے سے اتارتا ہے جتنی چاہتا ہے۔" انسان چونکہ ان مصلحتوں سے آگاہ نہیں ہے جو خداوند نے انسان کے لیے مقدر کی ہے تو ممکن ہے تنگی رزق کو ناپسند کرے، اس لیے انسان کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ جانے کہ تنگی رزق یا وسعت رزق خود اس کی تربیت کے لیے ضروری ہے۔

انسان کے کمال مطلوب تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کی تقدیر پر راضی ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ (216:2) ترجمہ: "اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" یہاں عَسَیٰ کی تعبیر یہ بیان کرتی ہے کہ ہر مکروہ کام کا اچھا پہلو نہیں ہوتا، لیکن جو کچھ بھی خدا کی طرف سے آتا ہے، جیسے آفات، سختیاں، یا قانون سازی کے معاملات وہ بندے کی مصلحت اور صلاح کے مطابق ہیں۔[18]

حدیث قدسی میں ہے: انّ من عبادی من لایصلحه الا الغنٰی فان افقرته لافسده ذلك و ان من عبادی من لا یصلحه الا الفقر--[19] ترجمہ: "بے شک میرا ایک بندہ ایسا ہے، جس کی اصلاح نہیں ہو سکتی سوائے اس کہ، کہ اسے غنی کروں۔ اگر اسے فقیر کروں تو وہ فساد کرے گا اور میرے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا ہے جس کی اصلاح صرف غربت سے ہوتی ہے کیونکہ اگر میں اسے امیر بنا دوں تو وہ فساد کرے گا اس لیے جو میرے فیصلے پر راضی نہیں اور میری بھیجی مصیبت پر صبر نہیں کرتا، اسے چاہئے کہ میرے علاوہ اپنا رب تلاش کرے، اور میری زمین اور آسمان سے نکل جائے۔"

6. علم کا معاشی ترقی کا سبب ہونا

علم سے مراد مطلقاً آگاہی، درک اور شناخت ہے۔ قرآن کے نقطہ نظر سے، علم، انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اور علم، معیشت کی ترقی کا سبب بنتا ہے۔ جب تک کہ کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ قارون نے علم کے باعث بہت زیادہ مال و دولت جمع کیا تھا۔ جب قارون سے کہا گیا کہ اس دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کر اور دنیا

سے بھی فائدہ اٹھااور دوسروں پر ایسے احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا: قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً (78:28) ترجمہ: "کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ یہاں خدا نے انکار نہیں کیا کہ قارون نے مال اپنے علم کی بدولت حاصل کیا بلکہ کہا! کہ قارون نے خدا کی طاقت کو بھلا دیا ہے۔"

ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے: أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ (78:28) ترجمہ: "کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں، اور گناہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔

قرآن نے یہ نہیں بتایا کہ قارون نے کس علم کی بدولت مال و ثروت کو کسب کیا تھا۔ لیکن اس مطلب کی تائید کی کہ قارون نے علم کی بدولت مال کسب کیا تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ قارون کے پاس کیمسٹری کا ایک تہائی علم تھا۔[20] موسیٰ نے کیمسٹری کی سائنس یوشع بن نون، کالب بن یوفنا اور قارون کو سکھائی اور اس سائنس کا ایک تہائی حصہ سیکھا۔ ان میں سے ہر ایک کو علم کیمیا کا ایک حصہ سیکھایا، تینوں کے پاس کیمسٹری کا ناقص علم تھا، قارون نے یوشع اور کالب سے دھوکہ سے الگ الگ کرکے علم لیا اور اپنا علم مکمل کیا۔ جس کے ذریعہ سے بے انتہا ثروت کمائی۔[21]

اسی طرح قرآن میں حضرت یوسف (ع) کے قصہ میں جب حضرت یوسف (ع) نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانے کی چابی دو چونکہ میں اس کی خوب حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ دو لفظوں حفیظ اور علیم کے ساتھ دو مطالب کی طرف اشارہ کیا۔ معاشی پیش رفت اور معاشی بحران کو کنٹرول کرنے کے لیے دو مہم چیزیں ہیں۔ ایک حفیظ ہونا، یعنی حفاظت کرنے ولا اور دوسرا علیم ہونا، علیم یہاں مطلق آگاہی اور شناخت کے معنی میں ہے: قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَآئِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (55:12) ترجمہ: "کہا مجھے ملکی خزانوں پر مامور کر دو، بے شک میں خوب حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں"۔

حضرت یوسف (ع) کے قصہ میں دقت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے معجزانہ طور پر معاشی بحران کو کنٹرول نہیں کیا تھا بلکہ طبیعت کے اصولوں کے مطابق آئندہ آنے والے بحران سے نجات حاصل کی تھی۔ حضرت یوسفؑ یہ جانتے تھے کہ سات سال تک گندم کو طبیعی طریقوں سے بچایا جا سکتا ہے اور قحطی کے زمانے میں کونسی حکمت عملی کارساز ہے؟، اگر ان طبیعی اصولوں سے کوئی اور بھی شناخت رکھتا تو وہ بھی آنے والے معاشی بحران کو کنٹرول کر سکتا تھا۔

قارون اور حضرت یوسفؑ کے قصہ سے جو بات قطعی طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ علم معاشی ترقی کا سبب ہے۔ علم کے ذریعے اموال کمائے جاسکتے ہیں اور علم کے ذریعہ معاشی بحرانوں کو کنٹرول بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ساتھ توجہ رہے کہ ان اموال کا مصرف اگر خدا کی مرضی کے بغیر ہے تو یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ اموال کے مصرف کرنے میں انسان مکمل آزاد نہیں ہے۔ معاشی تربیت کا ایک ہدف ہی یہی ہے کہ انسان اپنے اموال، اللہ کی مرضی کے مطابق صرف کرے۔ قرآنی مبنا کے مطابق علم اور آگاہی معاشی ترقی کا ذریعہ ہے۔

7. انسانی اعمال کی معاش پر تاثیر

قرآن کی متعدد آیات اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ انسان کے اچھے اعمال انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خدا وند فرماتا ہے: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (105:21) ترجمہ: "اور البتہ تحقیق ہم نصیحت کے بعد زبور میں لکھ چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے"۔

لفظ "زمین" جب مطلق کہا جائے تو یہ اس جہان کی زمین ہے۔ لفظ "ارث" کا مطلب ہے وہ چیز جو بغیر کسی لین دین کے منتقل ہو جائے۔[22] الذِّكْرِ سے مراد قرآن ہے یا تورات اس پر مختلف اقوال ذکر ہوئے ہیں، لیکن آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات مراد ہے چونکہ زبور کے بعد جو کتاب نازل ہوئی وہ تورات ہے، قرآن زبور کے بعد نہیں بلکہ سب سے آخر میں نازل ہوا۔[23] صالحون کا ایک وسیع مفہوم ہے، جس میں ایمان اور توحید کے ساتھ دوسری تمام خوبیاں ذہن میں آتی ہیں، عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے قابلیت، علم وآگاہی کے لحاظ سے قابلیت، قوت و صلاحیت کے لحاظ سے، امور کی تدبیر اور اجتماعی نظم کے حوالے سے قابلیت سب صالح عمل میں شامل ہیں۔[24] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر لوگ عمل صالح انجام دیں گئے تو اللہ زمین کی منفعت ان کے سپرد کرے گا، یعنی ایسے اسباب بنائے گا جس سے ان کی معاشی زندگی بہتر ہوتی جائے گی، اموال کی کثرت اور زیادتی ہو گی اور ان اموال کے یہ مالک ہوں گئے۔

اسی طرح انسان کے برے اعمال بھی انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (41:30) ترجمہ: "خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آ جائیں۔" یعنی اگرچہ آیت مطلق آئی ہے لیکن اس سے یہ مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے کہ انسان پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہوتا ہے، قرآن نے بعض نمونہ بھی ذکر کیے ہیں

جیسے قارون کے عمل کی وجہ سے خدا نے اسے مال سمیت غرق کیا، یا دوسرے نمونہ جن میں خدا نے انسان کے وہ اعمال بھی ذکر کیے جن کی وجہ سے لوگوں کی معشیت تباہ ہوئی نتیجۃ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان کے اعمال انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہیں۔

8. انفرادی اور اجتماعی دونوں منافع کی اہمیت

غرب میں انفرادی اور اجتماعی منافع کے حصول کے لیے دو نظریے پائے جاتے ہیں، بعض یہ سمجھتے ہیں کہ تمام معاشی مشکلات کا حل انفرادی ملکیت میں پوشیدہ ہے اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ شخصیت ملکیت تمام معاشی مسائل کی ماں ہے، اس کا حل اجتماعی ملکیت میں ہے۔ کمیونزم کے نزدیک فردی ملکیت کو ختم کرکے، تمام وسائل حکومت کو سونپ دینے میں، سرمایہ داری کو ختم کرکے تمام وسائل تولید کو قومیا لینے اور ثروت کی عادلانہ تقسیم کرنے سے اقتصادی مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں سرمایہ دارانہ نظام ہے۔

سرمایہ دارانہ ایسا نظام ہے جس میں سرمایہ بطور عاملِ پیدائش نجی شعبہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں کرنسی چھاپنے کا اختیار حکومت کی بجائے کسی پرائیوٹ بینک کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اشتراکی نظام کے بر عکس سرمایہ دارانہ نظام میں نجی شعبہ کی ترقی معکوس نہیں ہوتی بلکہ سرمایہ داروں کی ملکیت میں سرمایہ کا ارتکاز ہوتا ہے اور امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس میں منڈی آزاد ہوتی ہے اس لیے اسے آزاد منڈی کا نظام بھی کہا جاتا ہے۔

عام طور دین اسلام کا جو تصور عام افراد کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان شخصی فائدے کے پیچھے نہ جائے بلکہ انسان اجتماعی فائدے کا ہی سوچے، یعنی فرد خود کو معاشرے پر قربان کرے۔ جب کہ قرآن نے انفرادی منافع میں بھی انسان کو آزادی دی ہے کہ وہ جتنا مرضی شخصی منافع کمائے اور ساتھ ایسے قوانین بھی وضع کیے ہیں جن سے اجتماع کو بھی فائدہ پہنچے گا: وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ (275:02) ترجمہ: "ہر قسم کی بیع اللہ نے حلال کی ہے۔" ہر شخص کو اللہ نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ہر طرح کی بیع کرے۔

اسی طرح خدا نے حکم دیا ہے: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (96:05) ترجمہ: "تمہارے لیے دریا کا شکار کرنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے، اور تم پر جنگل کا شکار کرنا حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم احرام میں ہو، اور اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف جمع کیے جاؤگے۔" اور تجارت، صلح، ارث وجعالہ کو حلال کیا انسان کو ذاتی منافع کے حصول کے لیے پابند کیا کہ وہ دوسرے کے حق کو ضائع نہیں کر سکتا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (29:04) ترجمہ: "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ

کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو، اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔"
اس آیت میں إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً۔۔۔ میں "الّا" استثناء منقطع ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی معاملہ باطل نہ کریں، مگر یہ کہ معاملہ صحیح نہ ہو۔ بہت سے اموال ایسے ہیں، جو تجارت کے بغیر انسان کے ہاتھ لگتے ہیں، اور یہ انسان کا مال بن جاتا ہے اور اس کے لیے جائز ہے۔ جیسے کہ بخشش، امن وخوشحالی، جہیز، وراثت اور اس طرح کی چیزیں مختص نہیں ہیں۔اسی طرح اللہ نے ملکیت شخصی کو قبول کیا ہے، لیکن انسان کو مکمل طور پر آزاد نہیں کیا، اسراف (اعراف 31 و مائدہ 90 و بقرہ 219)، تبذیر (اسراء 30) جیسے امور کی اجازت نہیں دی، شراب اور قمار (مائدہ 90) وغیرہ کے ذریعہ کسب کو ممنوع کر دیا۔ شخصی ملکیت کے ساتھ ساتھ خدا نے ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعہ ملکیت اجتماعی بھی حفظ رہے۔ قوانین جیسے سائل اور محرومین کو حق دینا (ذاریات 19) زکات دینا (حج 41)، خمس (انفال 41)، صدقہ لینا (توبہ 104)، خدا کی راہ میں انفاق (بقرہ 295)، حج واجب انجام دینا (آل عمران 97)، مال کے ساتھ جہاد (صف 11)، یتیموں، مسکینوں، اسیروں کو کھانا کھلانا (انسان 7-8)۔
لہٰذا قرآنی اصولوں کے مطابق دین اسلام، ہر شخص کو شخصی منافع حاصل کرنے کا مکمل حق دیتا ہے، وہ جتنی ملکیت رکھنا چاہتا ہے، رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے اوپر واجبات کو بھی ادا کرنا ہے، دوسروں کے حقوق کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ دین اسلام نے اجتماعی ملکیت کو بھی مدّ نظر رکھا اور ایسے قوانین بنائے جس کے ساتھ انسان شخصی منافع کے ساتھ ساتھ اجتماعی منافع کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ قرآن انفرادی اور اجتماعی ملکیت دونوں کو قبول کرتا ہے۔ بعض دفعہ مصلحت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے، اجتماعی مفاد کو شخصی مفادات پر ترجیح دی جاتی ہے، فقہ اسلامی میں اجتماعی مفاد کو جہاں شخصی مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے اس کے قوانین موجود ہیں۔

9. دینداری، معاشی ترقی کا راز

قرآن کے نقطہ نظر سے معاشی ترقی، دین کی اتباع میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ آسمان سے نازل ہونے والی کتابوں پر عمل کرتے تو ان کی روزی میں اضافہ ہوتا: وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأَكَلُواْ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ (66:05) ترجمہ: "اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے، کچھ لوگ ان میں سیدھی راہ پر ہیں، اور اکثر ان میں سے برے کام کر رہے ہیں۔"
لو حرف شرط ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی اس آیت کے مطابق اگر لوگ الٰہی احکامات کے مطابق زندگی گزاریں تو خداوند ان کی روزی میں اضافہ کرے گا۔ تورات اور انجیل سے مراد آسمانی کتابیں اپنی اصل شکل میں

ہیں، جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ، نہ کہ تحریف شدہ کتابیں۔ مِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم (پاؤں کے نیچے سے کھاتے) ایک کنایہ ہے کہ جس سے مراد رزق کی فراوانی ہوتی، اور رزق کے اسباب ہر طرف سے فراہم ہوتے۔ اس آیت میں کھانے کے معنی مطلق لذت اور فائدہ اٹھانے کے ہیں، چاہے یہ لذت کھانے کے ذریعے ہو یا دوسرے طریقوں سے، کھانا عربی لغت میں بغیر کسی رکاوٹ کے مطلق تصرفات کے معنی میں رائج ہے۔ اور اس کے معنی ہیں۔ اوپر سے ہے اور نیچے آسمان و زمین ہے، اس لیے یہ کہنے کے بجائے کہ: اگر اہل کتاب ان ہدایات پر عمل کرتے جو ان کے ہاتھ میں ہیں تو انہیں آسمانی اور زمینی نعمتیں نصیب ہوتیں۔[25]

مذکورہ آیات اور دیگر آیات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اگر لوگ قرآن کے دستورات کے مطابق عمل کریں تو زندگی کے تمام میدانوں میں پیشرفت کریں گے ان میں سے ایک میدان انسان کی معاشی زندگی ہے۔ اسی طرح قرآن میں اس بات کی بھی تصریح کی گئی ہے کہ اگر لوگ الٰہی دستوروں کے مطابق عمل نہ کریں تو وہ زندگی کے دوسرے میدانوں کے ساتھ ساتھ معیشت کے میدان میں بھی شکست کھائیں گے۔

10. نتیجہ

انسان کی معاشی تربیت کے خاص مبانی وہ ہیں، جو انسان کی معاشی تربیت سے خاص ہیں، جو انسان کے معاشیات کے بارے میں نظریات سے مربوط ہیں یہ نظریات انسان کے وظیفہ کو مشخص کرتے ہیں، اور باعث بنتے ہیں کہ انسان خود اپنے اختیار سے معاشی تربیت کے قرآنی اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس تربیت میں انسان کے انفرادی اور اجتماعی دونوں مفادوں کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔ یہ مبانی دین اسلام کے ساتھ خاص ہیں۔

قرآنی آیات کی رو سے انسان کو دنیاوی فلاح و بہبود کی خواہش رکھنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ انسان کی اس خواہش کی تربیت کی ہے، اسی طرح انسان کی تربیت کی ہے کہ انسان دنیا کو ہی اپنا ہدف نہ بنائے بلکہ اپنی آخرت کو مدّنظر رکھتے ہوئے، اپنی دنیا بنائے، لیکن اپنی دنیا اور آخرت کی طلب میں اعتدال رکھے، ایسا نہ ہو کہ مکمل دنیا کو ترک کرے، یا اس کے برعکس مکمل آخرت کو ترک کردے، بلکہ دنیا کو آخرت کمانے کا وسیلہ قرار دے۔

اللہ تعالی نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ انسان جتنی تگ و دو کرے گا، اسے اتنا ہی نصیب ملے گا۔ البتہ بعض دفعہ انسان اپنی تلاش اور کوشش میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود اس کے رزق میں تنگی رہتی ہے، یا بعض انسان کم تلاش کرتے ہیں لیکن ان کا رزق بھی فراوان ہوتا ہے۔ یہ اللہ نے لوگوں کے رزق میں مصلحت رکھی ہے، ہمارا فریضہ یہی ہے کہ ہم اپنی دنیا اور آخرت دونوں کے لیے کوشش کریں۔

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ معاشی زندگی کی پیشرفت میں علم اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن علم آپ کی اخروی

نجات کے لیے کافی نہیں، بلکہ اللہ کے احکام کے مطابق مصرف بھی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے نیک اعمال انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور دین کی پیروی میں ہی انسان کی معشیت کی پیشرفت ہے۔ قرآن میں ایسے قصے بیان ہوئے ہیں جن میں یہ ذکر کیا گیا کہ بعض افراد پر اس لیے عذاب آیا یا ان کی معیشت اس لیے تباہ ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے حکم کو نظر انداز کیا۔

*****

References

---

1. Muhammad Hussain, Behashti, *Mabani-e Tarbiat az Didagah-e Quran*, (Tehran, Sazman Antasharat Parsohashgah Farhang o Andisha Islami, 1387 SH), 31.

محمد حسین، بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن* (تہران، سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، 1387ھ،ش)، 31۔

2. Ali Raza, Arfi, *Fiqh Tarbati 1* (Qom, Antasharat Mowsa Farhangi Honri Eshraq o Irfan, 1391 SH), 57-76.

علی رضا، اعرافی، *فقہ تربتي 1* (قم، انتشارات موسسہ فرہنگی ہنری اشراق وعرفان، 1391ش)، 57-76۔

3. Simpson, John and Weiner, Edmund, *The Oxford Dictionary*, (United Kingdom, Oxford University Press, 1998), Zail Wasat Education.

سیمپسون، جان و وایز، ادموند، *لغت اکسفورد*، انتشارات دانشگاہ آکسفورد، سال 1998م، ذیل واژۃ ایجوکیشن۔

4. Muhammad bin Makram, Ibn Manzoor, *Lasan al-Arab* (Beirut, Dar al-Fakr Laltabaat wal Nasher wal tozieh Dar Sadir, 1414 AH), 353.

محمد بن مکرم، ابن منظور، *لسان العرب* (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع-دار صادر، 1414ق)، 353۔

5. Growi az Nawvesndgan, *Philosophy Tahleem wa Tarbiat* (Tehran, Mowsa Farhangi Madersa Burhan, 1391 SH), 333 .

گروہی از نویسندگان، *فلسفہ تعلیم وتربیت* (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1391ھ.ش)، 333۔

6. Adel, Pehghami; Haider Torani, Naqash Barnama Darsi Iqtasaad dar Barnama Tahleem wa Tarbiat Resmi wa Amomi Dunia" , Arama yak Barnama Ahmal Bari yak Barnama Darsi Mafol, Faslana Noeahwri Ahmozshi, Vol. 9, No. 37, (2010), 31.

عادل، پیغامی، ؛حیدر، تورانی، "نقش برنامۂ درسی اقتصاد در برنامۂ تعلیم وتربیت رسمی و عمومی دنیا"، ارایۂ یک برنامۂ عمل برای یک برنامۂ درسی مغفول، فصلنامۂ نوآوری ہای آموزشی، جلد 9، شمارۂ 37، (2010): 31۔

7. Mohsen, Imani, Tarbhiat Iqtasadi dar rasti Tehqeeq Tawalad Mili wa Ahmayat azkaro Sarmya Irani Pehwand, Froradeen ward Behashat, Issue # 390 & 391, (1391): 16.

محسن، ایمانی، "تربیت اقتصادی در راستای تحقق تولید ملی وحمایت از کار و سرمایۂ ایرانی" پیوند، فروردین وارد یبہشت، شمارۂ 390 و 391، (1391): 16۔

8. Hassan, Mustafai, *Al-Tehaqiq fi Kalamat al-Qur'an al-Karim*, (Tehran, Markaz al-Kitab Liltarjmat wal Nasher, 1402 AH), 344.

حسن، مصطفوی، *التحقیق فی کلمات القرآن الکریم* (تہران، مرکز الکتاب للترجمۃ والنشر، 1402 ق)، 344۔

9. Growi az Nawvesndgan, *Philosophy Tahleem wa Tarbiat*, 65.

گروہی از نویسندگان، *فلسفہ تعلیم وتربیت*، 65۔

10. Muhammad Hussain, Beheshti, *Mobani Tarbiat Ardedgah Qur'an* (Tehran, Sazman Antasharat pasoashga Farng wa Indesha Islami, 1387 SH), 27.

محمد حسین، بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن* (تہران، سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، 1387ھ. ش)، 27۔

11. Nasir Makarem, Sherazi, *Tafseer-e-Namona*, Vol. 11 (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamia, 1374 SH), 159.

ناصر مکارم، شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج11 (تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، 1374ھ. ش)، 159۔

12 . Syed Abdul Hussain, Tayyeb, *Atayyeb Albayan fi Tafseer al-Qur'an*, Vol. 5 (Tehran, Antasharat Islamab, 1378 SH), 308.

سید عبد الحسین، طیب، *اطیب البیان فی تفسیر القرآن*، ج5 (تہران، انتشارات اسلام، 1378ھ. ش)، 308۔

13. Ahmad Ali, Babaei, *Gazida Tafseer al-Namoona*, Vol. 3 (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamia, 1382 SH), 479.

احمد علی، بابایی، *گزیدہ تفسیر نمونہ*، ج3 (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1382ق)، 479۔

14. Syed Muhammad Baqir, Mousavi Hamedani, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Vol. 1 (Qum, Dafter Antasharat Islami Jamiai Mudersen Hoza-e-lllamia, 1374 SH), 481.

سید محمد باقر، موسوی ہمدانی، ترجمہ *تفسیر المیزان*، ج1 (قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ ی مدرسین حوزہ علمیہ، 1374 ھ. ش)، 481۔

15.https://makarem.ir/compilation/Reader.aspx?lid=2&mid=61514&catid=0&pid=62029

سائٹ آیت اللہ مکارم

16. Ibid, Vol. 4, -534 and Shirazi, Nasser Makarem, *Tafsir –e Namuna*, vol. 3, (Tehran , Dar al-Kutub al-Islamiyya, 1374 AH.), 364.

ایضاج4، 534 اور شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، ج3، دار الکتب الاسلامیۃ (تہران)، سال1374ھ.ش. 364۔

17.Translators, *Tafser Hidayat*, Vol. 14, (Mashhad, Bunyad Pasohashai Islami Astan Quds Razvi, 1377 SH.), 186.

مترجمان، تفسیر ہدایت، ج14 (مشہد، بنیاد پژوہشای اسلامی آستان قدس رضوی، 1377ھ.ش)،186۔

18. Tayyeb, *Atayyeb Albayan fi Tafseer al-Qur'an*,, Vol. 2, 417.

طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج2، 417۔

19. Ibid, Vol. 8, 55.

ایضاً، ج8، 55۔

20. Muhammad bin Hassan, *Shibani, Nahj al-Bayan an Kashif Mahani al-Qur'an*, Vol. 4 (Tehran, Bunyad Irat al-Mahraf Islami, 1413 AH), 170.

محمد بن حسن، شیبانی، نہج البیان عن کشف معانی القرآن، ج4 (تہران، بنیاد دایرۃ المعارف اسلامی، 1413ھ.ق)، 170۔

21. Syed Muhammad Ibrahim, Boroujerdi, *Tafseer Jame*, Vol. 5 (Tehran, Antasharat Sadr, 1366 SH), 195.

سید محمد ابراہیم، بروجردی، تفسیر جامع، ج5 (تہران، انتشارات صدر، 1366ھ.ش)، 195۔

22. Shirazi, *Tafseer-e-Namona*,, Vol. 13, 516.

شیرازی، تفسیر نمونہ، ج13، 516۔

23. Muhammad Javad, Najafi Khomeini, *Tafseer Asaan*, Vol. 12, (Tehran, Antasharat Islamiah, 1398 SH), 381-

محمد جواد، نجفی خمینی، تفسیر آسان، ج12 (تہران، انتشارات اسلامیہ، 1398ھ.ق)، 381۔

24. Babaei, *Gazida Tafseer al-Namoona*,. 193.

بابائی، گزیدہ تفسیر نمونہ، ج3، 193۔

25. Mousavi Hamedani, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Vol. 6, 53-54.

موسوی ہمدانی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج6، 53،54۔